ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

AIOU LIBRARY
aioulibrary.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 3951

Program: BS (Islamic Studies)

Semester: Autumn 2026

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

(شعبہ شریعہ، کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ)

کورس: فقہ (کتاب البیوع تا الشہادہ) (3951)

سطح: بی ایس (علوم اسلامیہ)

سمسٹر: خزاں 2026ء

امتحانی مشق نمبر 2 (یونٹ 05 تا 09)

کل نمبر: 100 — کامیابی کے نمبر: 50

AIOU LIBRARY aioulibrary.com

Reference &For Study — SOLVED ASSIGNMENT GUIDE

نوٹ: یہ حل شدہ گائیڈ صرف مطالعہ اور رہنمائی کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ سے گزارش ہے کہ وہ ہدایہ اور نصابی کتب کے متعلقہ ابواب کا مطالعہ کر کے مفاہیم کو اچھی طرح سمجھیں اور امتحانی مشق اپنے الفاظ اور اپنے اندازِ تحریر میں لکھیں، کیونکہ ہو بہو نقل کی گئی مشق یونیورسٹی کے ضوابط کے مطابق قابلِ قبول نہیں ہوتی۔ اس گائیڈ میں عباراتِ ہدایہ کا ترجمہ و تشریح اور ائمہ کے اقوال و دلائل تعلیمی انداز میں پیش کیے گئے ہیں۔

احتیاطی نوٹ: یہ گائیڈ فقہِ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ کے متن پر مبنی ایک تعلیمی خلاصہ ہے۔ سود، کرنسی کے تبادلے اور دیگر عملی مالی معاملات میں حتمی شرعی رہنمائی کے لیے مستند عالمِ دین یا دارالافتاء سے رجوع کرنا چاہیے؛ کسی فرد یا معاملے پر شرعی حکم کا اطلاق اہلِ علم و افتاء کا کام ہے۔ قرآنی آیات اور احادیث کے مفاہیم یہاں حوالے کے ساتھ اپنے الفاظ میں بیان کیے گئے ہیں۔

کورس کا تعارف اور اس مشق کا جائزہ

امتحانی مشق نمبر 2 یونٹ 05 تا 09 پر مشتمل ہے اور یہ بھی ہدایہ کی عبارات کی بنیاد پر مرتب کی گئی ہے۔ اس کے موضوعات نسبتاً زیادہ حساس مالی ابواب سے متعلق ہیں: ربا اور اس کی علت، حیوان کے بدلے گوشت کی بیع، مبیع کے ساتھ ضمناً داخل ہونے والے حقوق، گوشت میں بیعِ سلم کا اختلاف، اور بیعِ صرف میں مجلسِ عقد کے اندر تقابض کی شرط۔ ان مباحث میں ائمہ کے اختلاف کی بنیادیں سمجھنا خاص طور پر اہم ہے، کیونکہ یہاں اختلاف عموماً علت کی تعیین یا جہالت کے درجے پر ہوتا ہے۔ ذیل کا خاکہ بیعِ صرف اور ربا کے بنیادی قواعد کا خلاصہ پیش کرتا ہے، جو سوال نمبر 1 اور سوال نمبر 5 دونوں کے لیے مفید ہے؛ خاکے کے عنوانات تکنیکی ضرورت کے تحت انگریزی رسم الخط میں دیے گئے ہیں۔

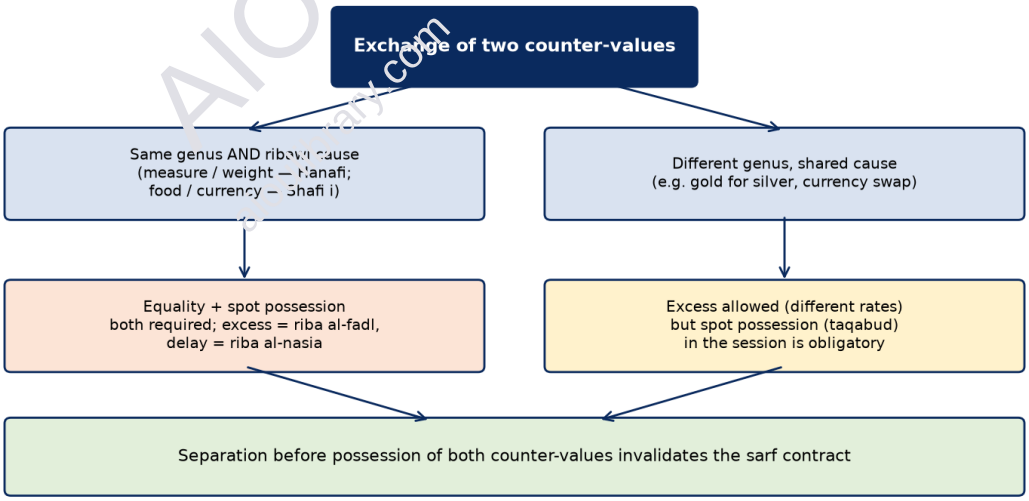

خاکہ 1: ربوی تبادلے اور بیعِ صرف کے بنیادی قواعد — مساوات اور تقابض (سوالات نمبر 1 و 5 سے متعلق)

سوال نمبر 1 (20 نمبر)

سوال: صاحبِ ہدایہ کی درج ذیل عبارت کا ترجمہ اور تشریح کریں۔ نیز علتِ ربا کی تعیین میں ائمۂ حنفیہ اور امام شافعی کے دلائل تحریر کریں۔ (20) — عبارت: قَالَ: (اَلرِّبَا مُحَرَّمٌ فِيْ كُلِّ مَكِيْلٍ اَوْ مَوْزُوْنٍ إِذَا بِيْعَ بِجِنْسِهِ مُتَفَاضِلًا)، فَالْعِلَّةُ عِنْدَنَا الْكَيْلُ اَوِ الْوَزْنُ مَعَ الْجِنْسِ... وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: الْعِلَّةُ هِيَ الطُّعْمُ فِي الْمَطْعُوْمَاتِ وَالثَّمَنِيَّةُ فِي الْاَثْمَانِ.

تعارف

ربا اسلامی معاشی نظام میں سب سے سنگین ممنوعات میں سے ہے۔ سود کی حرمت کتاب و سنت اور اجماع سے ثابت ہے؛ سورۃ البقرہ (2:275 تا 279) میں اس مفہوم کی آیات آئی ہیں کہ اللہ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام کیا، اور سود خوروں کے لیے سخت وعید بیان کی گئی ہے۔ فقہاء نے سود کی دو بڑی قسمیں بیان کی ہیں: ربا الفضل، یعنی ہم جنس ربوی اشیاء کے تبادلے میں کمی بیشی، اور ربا النسیئۃ، یعنی ربوی مبادلے میں ادھار و تاخیر۔ اصل عملی سوال یہ ہے کہ کن اشیاء میں یہ سود پایا جاتا ہے، اور اس کا جواب علتِ ربا کی تعیین پر موقوف ہے۔ صاحبِ ہدایہ کی اس عبارت میں حنفیہ کی علت، یعنی کیل یا وزن مع جنس، اور امام شافعی رحمہ اللہ کی علت، یعنی مطعومات میں طعم اور اثمان میں ثمنیت، ایک ساتھ بیان ہوئی ہیں۔ اس جواب میں ترجمہ و تشریح کے بعد دونوں مذاہب کے دلائل اور ان اختلاف کے عملی ثمرات پیش کیے جائیں گے۔

عبارت کا ترجمہ

صاحبِ ہدایہ فرماتے ہیں: ربا ہر اس چیز میں حرام ہے جو ناپ کر (مکیل) یا تول کر (موزون) بیچی جاتی ہو، بشرطیکہ اسے اس کی اپنی جنس کے بدلے میں کمی بیشی کے ساتھ بیچا جائے۔ پس ہمارے (حنفیہ کے) نزدیک علت کیل یا وزن ہے جنس کے ساتھ مل کر۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک علت کھانے کی چیزوں میں طعم (یعنی ان کا خوردنی ہونا) ہے اور زر و نقدی کی چیزوں میں ثمنیت (یعنی ان کا ثمن و قیمت ہونا) ہے۔ اس کا سادہ مطلب یہ ہے کہ جب گندم کا گندم سے تبادلہ ہو تو دونوں طرف مقدار برابر ہونی چاہیے اور تبادلہ نقد و دستوری ہونا چاہیے؛ ایک طرف زیادہ دینا سود ہو گا۔ مگر کن چیزوں پر یہ اصول چلے گا، اس کا فیصلہ علت طے کرتی ہے، اور یہیں دونوں مذاہب الگ ہو جاتے ہیں۔

تشریح: علت کا مفہوم اور اشیائے ستہ

علت سے مراد وہ وصف ہے جس کی موجودگی پر حکم گھومتا ہے۔ مشہور روایت میں چھ اشیاء کا ذکر آیا ہے: سونا، چاندی، گندم، جو، کھجور اور نمک؛ ان کے بارے میں یہ ہدایت منقول ہے کہ ہم جنس کا تبادلہ برابر مقدار میں اور دست بدست ہو، اور جب اجناس مختلف ہوں تو کمی بیشی کی گنجائش تو ہے مگر دست بدست ہونا پھر بھی لازم ہے (اس مفہوم کی روایت صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے منقول ہے)۔ اب سوال یہ پیدا ہوا کہ باقی اشیاء کا حکم کیا ہو گا؛ مثلاً چاول، لوہا، کپڑا یا چونے کا کیا

حکم ہے؟اس کا جواب ہر مذہب نے ان چھ اشیاء میں مشترک وصف تلاش کر کے دیا۔ سونا وچاندی موزون ہیں، گندم، جو، کھجور اور نمک زمانۂ نبوت میں ناپ کر بیچے جاتے تھے؛ اسی طرح یہ سب چیزیں کھائی بھی جاتی ہیں سوائے سونے چاندی کے، اور سونا چاندی قیمت وزر ہیں۔ انہی اشتراکات سے الگ الگ علتیں اخذ ہوئیں۔

ائمۂ حنفیہ کی علت اور دلائل

حنفیہ کے نزدیک علت دو چیزوں کا مجموعہ ہے: قدر، یعنی کیل یا وزن، اور جنس۔ یعنی کوئی چیز اس وقت ربوی بنتی ہے جب وہ ناپ یا تول سے مقدار رکھنے والی ہو اور تبادلہ اس کی اپنی جنس سے ہو رہا ہو۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ چھ اشیاء والی روایت میں جن شرائط کا ذکر ہے، یعنی مثلاً بمثل اور یداً بید، ان کا تعلق مقدار اور جنس ہی سے بنتا ہے؛ برابری کا مطالبہ اسی جگہ بامعنی ہوتا ہے جہاں کیل یا وزن سے برابری جانچی جا سکے، اور کمی بیشی کا اندیشہ بھی وہیں پیدا ہوتا ہے جہاں ایک ہی جنس کی دو مقداریں آپس میں مل رہی ہوں۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ کیل و وزن ایک ظاہر و منضبط وصف ہے جس پر حکم لگانے سے بازار کے معاملات میں واضح قاعدہ قائم ہوتا ہے۔ مکیل و موزون کی تعیین میں حنفیہ نے یہ اصول بھی رکھا ہے کہ جس چیز کے بارے میں نص موجود ہو وہ اسی کے مطابق رہے گی، اور باقی چیزوں میں اس عہد و علاقے کا عرف دیکھا جائے گا جہاں معاملہ ہو رہا ہو؛ یعنی کوئی چیز ایک علاقے میں ناپ کر اور دوسرے میں تول کر بھی بک سکتی ہے تو حکم بھی عرف کے مطابق مرتب ہو گا۔ اس علت کا ثمرہ یہ ہے کہ لوہا، تانبا، چونا اور جص جیسی موزون اشیاء بھی ہم جنس تبادلے میں ربوی شمار ہوں گی، اگرچہ وہ کھانے کی چیزیں نہیں ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ کی علت اور دلائل

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک مطعومات میں علت طعم ہے، یعنی چیز کا کھانے پینے کے قابل ہونا، اور اثمان یعنی سونے چاندی اور ان کے قائم مقام زر میں علت ثمنیت ہے، یعنی ان کا قیمت و ذریعۂ تبادلہ ہونا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ چھ اشیاء میں سے چار کھانے کی ہیں اور ان کا حکم بیان کرتے ہوئے روایت کی تعبیر سے یہی اشتراک نمایاں ہوتا ہے کہ یہ سب غذائی اشیاء ہیں؛ اسی طرح سونا چاندی کی خصوصیت یہ نہیں کہ وہ تولے جاتے ہیں بلکہ یہ کہ وہ قیمت کا معیار ہیں۔ اس علت کا ثمرہ یہ نکلتا ہے کہ ہر خوردنی چیز، چاہے وہ ناپ تول سے بکے یا گن کر، ہم جنس تبادلے میں ربوی ہو گی، مثلاً سیب، انڈے اور اخروٹ جیسی معدود چیزیں بھی شافعیہ کے نزدیک سود کے باب میں آئیں گی، جب کہ حنفیہ کے ہاں

چونکہ یہ کیل ووزن سے مقدار نہیں رکھتیں اور قریب قریب برابر بھی ہوتی ہیں، اس لیے ان میں اس باب کی پابندی اس درجے میں نہیں آتی۔ اس کے برعکس لوہا یا چونا شافعیہ کے ہاں ربوی نہیں، کیونکہ نہ وہ طعام ہے نہ ثمن۔ امام مالک رحمہ اللہ نے علت کو اقتیات وادخار، یعنی بنیادی غذا ہونے اور ذخیرہ کیے جانے کے قابل ہونے، سے جوڑا ہے اور امام احمد رحمہ اللہ سے بھی مختلف روایات منقول ہیں؛ ان کا ذکر صرف اس لیے مفید ہے کہ طالب علم جان لے کہ علت کی تعیین اجتہادی مسئلہ ہے۔

جدول 1: علتِ ربا پر حنفیہ و شافعیہ کا موازنہ اور ثمرات

چیز	حنفیہ (کیل / وزن + جنس)	شافعیہ (طعم / ثمنیت)
گندم، جو، کھجور، نمک	ربوی (مکیل)	ربوی (مطعوم)
سونا، چاندی	ربوی (موزون)	ربوی (ثمنیت)
لوہا، چونا، جص	ربوی (موزون)	ربوی نہیں (نہ طعام نہ ثمن)
سیب، انڈے، اخروٹ (معدود)	اس باب میں ربوی نہیں	ربوی (مطعوم)
چاول، دالیں	ربوی (مکیل / موزون)	ربوی (مطعوم)

خلاصہ و نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ ربا کی حرمت قطعی ہے، اختلاف صرف اس کے دائرے کی تعیین یعنی علت میں ہے۔ حنفیہ نے کیل یا وزن مع الجنس کو علت قرار دے کر ربوی اشیاء کا دائرہ موزون و مکیل تمام چیزوں تک پھیلایا، جب کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے طعم و ثمنیت کو علت بنا کر دائرہ تمام خوردنی اشیاء اور زر تک وسیع کیا۔ دونوں نے اپنی علت اسی چھ اشیاء والی روایت سے استنباط کی ہے۔ طالب علم کے لیے سب سے اہم بات یہ ہے کہ عملی مالی معاملات، خصوصاً قرض اور ہم جنس اشیاء کے تبادلے، ہمیشہ اہلِ علم کی رہنمائی سے طے کیے جائیں، کیونکہ اس باب میں ذرا سی بے احتیاطی بھی سود کی صورت اختیار کر سکتی ہے۔

سوال نمبر 2 (20 نمبر)

سوال: صاحب ہدایہ کی درج ذیل عبارت کا ترجمہ اور تشریح کریں۔ نیز حیوان کے بدلے گوشت کی فروخت کے مسئلے میں ائمہ کا اختلاف مع دلائل تحریر کریں۔(20) —

عبارت: قَالَ: (وَيَجُوزُ بَيْعُ اللَّحْمِ بِالْحَيَوَانِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللهُ. وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللهُ: إِذَا بَاعَهُ بِلَحْمٍ حَيَوَانٍ مِنْ جِنْسِهِ لَا يَجُوزُ إِلَّا إِذَا كَانَ اللَّحْمُ الْمُفْرَزُ أَكْثَرَ مِمَّا فِيهِ مِنَ اللَّحْمِ.)

تعارف

بازار کی عام صورتوں میں سے ایک یہ ہے کہ زندہ جانور کے بدلے میں تیار گوشت بیچا یا خریدا جائے؛ مثلاً کوئی شخص قصاب کو زندہ بکرا دے اور اس کے بدلے معین مقدار میں گوشت لے لے۔ بظاہر یہ سادہ سا سودا ہے، مگر فقہی نظر سے یہاں ایک باریک سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا یہ تبادلہ ربا کے دائرے میں آتا ہے یا نہیں، کیونکہ زندہ حیوان کے اندر بھی گوشت موجود ہوتا ہے۔ اگر حیوان اور گوشت ایک ہی جنس شمار ہوں تو ان کے تبادلے میں برابری اور نقش بر نقش قبضے کی شرائط آ جائیں گی، اور اگر جنس الگ ہو تو عام بیع کا حکم چلے گا۔ صاحب ہدایہ کی یہ عبارت اسی مسئلے میں امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کا جواز کا قول اور امام محمد رحمہ اللہ کی تفصیلی رائے بیان کرتی ہے۔ اس جواب میں ترجمہ و تشریح کے بعد تینوں ائمہ اور دیگر مذاہب کی دلائل بھی پیش کی جائیں گی۔

عبارت کا ترجمہ

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں: اور گوشت کو حیوان کے بدلے بیچنا امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک جائز ہے۔ اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب اس نے اس (گوشت) کو اسی جنس کے حیوان کے گوشت کے بدلے میں بیچا ہو تو یہ جائز نہیں، سوائے اس صورت کے کہ الگ کیا ہوا (تیار) گوشت اس (حیوان) میں موجود گوشت سے زیادہ ہو۔ عبارت کی ترکیب یہ سمجھنی چاہیے کہ امام محمد رحمہ اللہ کی قید اس صورت کے لیے ہے جہاں گوشت اور حیوان ایک ہی جنس کے ہوں، جیسے بکرے کا گوشت زندہ

بکرے کے بدلے؛ اگر جنس ہی بدل جائے، مثلاً بکرے کا گوشت گائے کے بدلے، تو ان کے نزدیک بھی اشکال باقی نہیں رہتا۔ مفروز سے مراد وہ گوشت ہے جو ذبح کر کے الگ کر لیا گیا ہو اور تول کر دیا جا رہا ہو، اور فیہ من اللحم سے مراد زندہ حیوان کے جسم میں موجود اندازاً گوشت ہے۔

تشریح: اختلاف کی بنیاد

اس اختلاف کی جڑ یہ سوال ہے کہ حیوان اور گوشت ایک جنس ہیں یا دو الگ جنسیں؟ جو حضرات انہیں الگ جنس مانتے ہیں ان کے نزدیک تبادلے میں ربا کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، کیونکہ ربا الفضل ہم جنس تبادلے میں آتا ہے۔ ان کی نگاہ میں زندہ حیوان ایک مکمل و مستقل چیز ہے جس سے بہت سے مقاصد حاصل ہوتے ہیں؛ سواری، نسل کشی، دودھ، اون اور خدمت، جب کہ گوشت کا مقصد صرف کھانا ہے۔ مقاصد کا یہ بنیادی فرق جنس کے فرق کی دلیل ہے۔ دوسری طرف امام محمد رحمہ اللہ کی نظر اس پہلو پر ہے کہ جب حیوان اسی جنس کا ہو اور عموماً اسے گوشت ہی کے لیے لیا دیا جاتا ہو تو اس کے اندر موجود گوشت اور باہر دیا جانے والا گوشت ایک ہی حقیقت سے جڑ جاتے ہیں؛ اگر تیار گوشت کم ہو اتو زندہ حیوان کے عوض میں غیر معین زیادتی رہ جائے گی جو ربا سے مشابہ ہو گی، اور اگر تیار گوشت یقینی طور پر زیادہ ہو تو یہ زیادتی حیوان کے باقی اجزاء، مثلاً کھال، ہڈی اور اوجھڑی، کے مقابلے میں آ جائے گی اور ربا کا شبہ ختم ہو جائے گا۔ اسی لیے انہوں نے جواز کو اسی زیادتی کے ساتھ مشروط کیا ہے۔

امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے دلائل

ان دونوں ائمہ کے نزدیک یہ بیع مطلقاً جائز ہے، خواہ حیوان اسی جنس کا ہو یا دوسری جنس کا، اور خواہ دیا جانے والا گوشت کم ہو یا زیادہ۔ ان کی پہلی دلیل یہ ہے کہ حیوان اور گوشت دو الگ جنسیں ہیں، کیونکہ جنس کا فیصلہ مقصد و حقیقت سے ہوتا ہے؛ حیوان کی ذات مقصود ہے اور گوشت اس کے اجزاء میں سے ہے، اور جزو اور کل کو ہم جنس عوض قرار دینا درست نہیں۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ زندہ حیوان موزون چیز ہی نہیں؛ وہ گن کر، دیکھ کر یا اندازے سے بکتا ہے، جب کہ گوشت تول کر بکتا ہے۔ علتِ ربا یعنی قدر و جنس کا اجتماع یہاں اس صورت میں موجود نہیں کہ حیوان کی مقدار تول سے متعین ہوتی ہو؛ اس لیے تبادلے پر ربا کی شرائط عائد نہیں ہوتیں۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ زندہ حیوان کے اندر گوشت کی مقدار یقینی طور پر معلوم نہیں ہوتی؛ نامعلوم چیز کو متعین گوشت کے مقابل رکھ کر ربا کا حکم لگانا قیاس کے خلاف ہے، کیونکہ ربا کا باب یقین و تحقق پر

چلتا ہے، اندازوں پر نہیں۔ ان دلائل کا حاصل یہ ہے کہ یہ سودا عام بیع کے اصولوں پر رہے گا، البتہ قیمت و مقدار کی صراحت اور کسی قسم کے دھوکے سے بچنا بدستور لازم رہے گا۔

امام محمد رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ کے دلائل

امام محمد رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ جب زندہ حیوان اسی جنس کا ہوا اس کے گوشت سے تبادلہ ہو رہا ہے، تو حیوان حقیقت میں گوشت ہی کی ایک غیر متعین مقدار کو اپنے اندر لیے ہوئے ہے؛ ایسی صورت میں اگر تیار گوشت اس داخلی گوشت سے کم یا برابر ہو تو حیوان دینے والے کو بلا معین عوض کے زیادتی ملے گی، جو ربا الفضل سے گہری مشابہت رکھتی ہے اور فقہی احتیاط کا تقاضا ہے کہ اس سے بچا جائے۔ جب تیار گوشت زیادہ ہو تو وہ زیادتی حیوان کے غیر گوشتی اجزا کے بدلے میں پڑ کر صورت درست ہو جاتی ہے، اسی لیے انہوں نے اتنی ہی گنجائش رکھی۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک حیوان کے بدلے گوشت کی بیع مطلقاً جائز نہیں؛ ان کی بنیاد وہ روایت ہے جس میں حیوان کے بدلے گوشت کی خرید و فروخت سے منع کیا گیا بتایا جاتا ہے (یہ مفہوم مؤطا وغیرہ میں منقول روایت سے ماخوذ ہے اور اس کی اسنادی حیثیت پر محدثین نے کلام کیا ہے)۔ امام مالک رحمہ اللہ کی تفصیل بھی مشہور ہے کہ اگر حیوان گوشت کے لیے ہی مخصوص ہو تو ایک صورت ہے اور نسل و خدمت کا ہو تو دوسری۔ یہ اختلاف بتاتا ہے کہ مسئلہ اجتہادی ہے اور ائمہ نے اپنے اپنے اصولوں کے تحت اس شبہ دار صورت میں احتیاط یا جواز کی راہ اختیار کی۔

جدول 1: حیوان کے بدلے گوشت کی بیع پر ائمہ کے اقوال

امام / مذہب	حکم	بنیادی دلیل
ابو حنیفہ و ابو یوسف رحمہما اللہ	مطلقاً جائز	حیوان و گوشت الگ جنس؛ حیوان موزون نہیں
محمد رحمہ اللہ	ہم جنس میں مشروط جواز: تیار گوشت داخلی گوشت سے زیادہ ہو	برابری یا کمی میں ربا کا شبہ

ممانعت کی مروی روایت پر عمل	جائز نہیں	شافعی رحمہ اللہ

خلاصہ و نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ اس مسئلے کی بنیاد جنس کے اتحاد و اختلاف اور خوردنی حیوان کے غیر موزون ہونے پر ہے۔ امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رحمہما اللہ نے حیوان و گوشت کو الگ جنس قرار دے کر بیع کو مطلقاً جائز کہا، امام محمد رحمہ اللہ نے ہم جنس صورت میں رما کر شبہے سے بچنے کے لیے تیار گوشت کی زیادتی کی شرط لگائی، اور امام شافعی رحمہ اللہ نے ممانعت کی روایت کی بنیاد پر عدمِ جواز کہا۔ عملی زندگی میں اگر ایسی صورت پیش آئے تو اسے دونوں موقف کی واضح تعیین کے ساتھ اور اہلِ علم کی رہنمائی میں طے کرنا چاہیے تاکہ سود کے شبے والے طریقے سے مکمل اجتناب ہو۔

سوال نمبر 3 (20 نمبر)

سوال: صاحبِ ہدایہ کی درج ذیل عبارت کا ترجمہ اور تشریح کریں۔ نیز مبیع کے ساتھ ضمناً داخل ہونے والے اور نہ داخل ہونے والے حقوق کے احکام مع دلائل تحریر کریں۔

(20) ــــعبارت: قَالَ: (وَمَنْ بَاعَ دَارًا دَخَلَ مَفَاتِيحُ أَغْلَاقِهَا فِي الْبَيْعِ؛ لِأَنَّهَا مُتَّصِلَةٌ بِهَا لِلْإِصْلَاحِ فَأَشْبَهَتِ الْبِنَاءَ)، (وَلَا يَدْخُلُ فِي الْبَيْعِ الشِّرْبُ وَالطَّرِيقُ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَهُ أَوْ يَقُولَ بِكُلِّ حَقٍّ هُوَ لَهُ أَوْ بِكُلِّ مَرَافِقِهِ.)

تعارف

جائیداد کی خرید و فروخت میں سب سے زیادہ نزاعات اسی سوال سے پیدا ہوتے ہیں کہ فروخت ہونے والی چیز کے ساتھ کون کون سی چیزیں اور حقوق خود بخود مشتری کو مل گئے اور کون سے نہیں ملے۔ مکان بکتا ہے تو سوال اٹھتا ہے کہ تالوں کی چابیاں کس کی ہیں، زمین بکتی ہے تو سوال اٹھتا ہے کہ پانی لینے کا حق اور گزرنے کا راستہ شامل تھا یا نہیں۔ صاحبِ ہدایہ نے اس مختصر عبارت میں ایک طرف مکان کی چابیوں کے داخل ہونے کا حکم دلیل سمیت بیان کیا ہے اور دوسری طرف شرب یعنی پانی کے حق اور راستے کے ضمناً

داخل نہ ہونے کا اصول اور اس کے استثنائی طریقے ذکر کیے ہیں۔ اس جواب میں ترجمہ و تشریح کے بعد ضمناً داخل ہونے والے امور کا عمومی اصول، داخل نہ ہونے والے حقوق اور ان کی شرائط، دلائل اور جدید عملی مثالیں پیش کی جائیں گی۔

عبارت کا ترجمہ

صاحبِ ہدایہ فرماتے ہیں: اور جس نے کوئی مکان فروخت کیا تو اس (مکان) کے تالوں کی چابیاں بھی بیع میں داخل ہوں گی؛ اس لیے کہ وہ چابیاں مکان کی اصلاح و درستگی کے لیے اس سے جڑی ہوئی ہیں، پس وہ عمارت کے مشابہ ہو گئیں۔ اور بیع میں پانی کا حق اور راستہ داخل نہیں ہو گا، سوائے اس کے کہ (مشتری) اس کی شرط لگا لے، یا (بائع) یہ کہہ دے کہ اس (مبیع) کے ہر اس حق کے ساتھ جو اس کے لیے ہے، یا اس کی تمام سہولتوں و متعلقات سمیت (میں نے بیچا)۔ یہاں دار سے مراد مکان و مکان نما تعمیر ہے، اغلاق تالے ہیں اور مفاتیح ان کی چابیاں ہیں۔ شرب سے مراد پانی پینے اور استعمال کرنے کا مقررہ حق ہے، جیسے کنویں، نلکے، نہر سے پانی کی باری، اور طریق سے مراد زمین یا مکان تک گزرنے کا راستہ ہے۔ مرافق سے مراد وہ تمام سہولتیں و توابع ہیں جو چیز کے استعمال کے لیے اس سے وابستہ سمجھی جاتی ہیں۔

تشریح: ضمناً داخل ہونے کا اصول

فقہ کا عمومی اصول یہ ہے کہ جو چیز مبیع سے اس طرح متصل ہو کہ اس کے بغیر مبیع کا مقصد پورا نہ ہوتا ہو، یا جو مبیع کی اصلاح و حفاظت کے لیے اس کا دائمی جزو بن چکی ہو، وہ بیع میں ضمناً داخل سمجھی جاتی ہے خواہ اس کا الگ ذکر نہ کیا گیا ہو۔ چابیاں اس کی عمدہ مثال ہیں؛ تالا مکان میں نصب ہے، وہ عمارت کا متصل حصہ ہے، اور چابی اسی تالے کے استعمال کی واحد کلید ہے، اس لیے چابی کو مکان سے الگ رکھنا گویا خریدار کو مکان دے کر اس کے استعمال سے محروم کرنا ہو گا۔ صاحبِ ہدایہ نے اسے بناء سے تشبیہ دی ہے؛ جس طرح مکان کی بیع میں اس کی دیواریں، چھت اور دروازے خود بخود داخل ہوتے ہیں کیونکہ وہ اس کی تعمیر کا حصہ ہیں، اسی طرح چابیاں بھی اصلاح کے لیے متصل ہونے سے اسی حکم میں آ گئیں۔ اسی اصول کے تحت زمین کی بیع میں اس پر کھڑے درخت اور تعمیر داخل سمجھی جاتی ہے، اور مکان کی بیع میں اس کی نصب شدہ چیزیں، جیسے دروازے وغیرہ، عرف کی روشنی میں شامل قرار پاتی ہیں۔ دوسری طرف وہ چیزیں جو مبیع سے منفصل ہوں اور مستقل طور پر الگ فروخت ہو سکتی ہوں، وہ ذکر کیے بغیر داخل نہیں ہوتیں۔

شرب و طریق ضمناً داخل کیوں نہیں؟

اس کے برعکس پانی کا حق اور راستے کا حق ایسی چیزیں ہیں جو مبیع کے اجزا نہیں ہوتیں بلکہ دوسری جائیداد یا شخص سے وابستہ مستقل حقوق ہوتے ہیں۔ مثلاً آپ نے کسی کی زمین خریدی؛ اس زمین تک جانے کا راستہ بائع کی دوسری زمین سے گزرتا ہو سکتا ہے اور پانی کنویں یا نہر کی باری سے آتا ہو سکتا ہے۔ یہ حقوق خود ایک قیمتی و مستقل حیثیت رکھتے ہیں اور ان کا موضوع مبیع سے الگ ہوتا ہے، اس لیے صاحبِ ہدایہ نے فرمایا کہ یہ ضمناً داخل نہیں ہوتے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ بیع کا لفظ اپنے موضوع یعنی مبیع اور اس کے متصل توابع کو شامل ہوتا ہے؛ غیر متصل حقوق کے لیے یا تو صریح شرط چاہیے یا ایسا جامع لفظ جائے جو انہیں اپنے تحت لے آئے۔ اسی اصول کی دوسری مثال یہ ہے کہ اگر بائع راستہ یا پانی خود مستقل طور پر بھی بیچ سکتا تھا تو ان کو چپ چاپ منتقل سمجھنا اس کے حق کی قیمت لیے بغیر اس سے جدا کرنا ہو گا، جو انصاف کے خلاف ہے۔ لہٰذا فقہ نے یہاں احتیاط کی راہ اختیار کی ہے کہ حق یا تو شرط سے آئے گا یا کلی الفاظ سے۔

استثناء: شرط اور جامع الفاظ

عبارت میں تین صورتیں بیان ہوئی ہیں جن میں یہ حقوق بھی داخل ہو جاتے ہیں۔ پہلی صورت صریح شرط ہے؛ مشتری عقد کے وقت کہہ دے کہ میں یہ زمین اس کے راستے اور پانی کے حق سمیت خریدتا ہوں اور بائع قبول کر لے، تو اب یہ حقوق معاہدے کا حصہ بن گئے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ بائع خود کہے کہ میں نے یہ مکان اس کے ہر اس حق سمیت بیچا جو اس کے لیے ثابت ہے؛ ان الفاظ میں حق کا لفظ عام ہے اور راستہ و پانی بھی اسی عموم میں آتے ہیں۔ تیسری صورت یہ ہے کہ وہ بجمیع مرافقہ یا اس کی تمام سہولتوں سمیت کے الفاظ کہے، تو بھی یہ حقوق داخل ہو جائیں گے کیونکہ مرافق میں راستہ، پانی اور دیگر توابع شامل سمجھے جاتے ہیں۔ ان صورتوں سے یہ اصول بھی نکلتا ہے کہ اگر خریدار کے لیے کوئی حق واقعی ضروری ہے تو اس کا سب سے محفوظ طریقہ ہمیشہ صراحت ہے؛ ضمنی شمولیت پر بھروسا بعد کے نزاع کی بنیاد بن سکتا ہے، خاص طور پر جہاں راستے کا حق نہ ملے تو زمین کا استعمال ہی ناممکن ہو جائے۔

جدول 1: مبیع کے ساتھ ضمنی شمولیت کا جائزہ

امر / حق	ضمناً داخل ہے؟	وجہ
مکان کے تالوں کی چابیاں	ہاں	اصلاح کے لیے متصل؛ بناء کے مشابہ
مکان کی تعمیر، دروازے، نصب شدہ حصے	ہاں (عرف کے مطابق)	مبیع کے متصل اجزاء
زمین پر کھڑے درخت و عمارت	ہاں	زمین کے تابع و متصل
پانی کا حق (شرب)	نہیں، الا شرط یا جامع الفاظ سے	مستقل حق، مبیع کا جزو نہیں
راستے کا حق (طریق)	نہیں، الا شرط یا جامع الفاظ سے	مستقل حق، الگ موضوع رکھتا ہے
منفصل سامان جو الگ بک سکتا ہو	نہیں	مبیع سے منفصل و مستقل

AIOU LIBRARY aioulibrary.com

جدید عملی اطلاق

موجودہ دور میں اس اصول کی اہمیت پہلے سے بڑھ گئی ہے۔ فلیٹ یا مکان کی خریداری میں چابیاں، نصب شدہ فٹنگز، گیزر اور اسی قبیل کی متصل چیزیں اسی اصول کے تحت زیرِ بحث آتی ہیں، اور تنازعے سے بچنے کا طریقہ یہی ہے کہ معاہدے میں فریقین ان چیزوں کی فہرست واضح کر لیں۔ اسی طرح پلاٹ کی خریداری میں راستہ، گلی کی گزرگاہ اور پانی و نکاسی کے حقوق کو تحریر میں صراحت سے شامل کرنا چاہیے، کیونکہ فقہی اصول کے مطابق محض زمین کا نام لینے سے یہ حقوق خود بخود یقینی طور پر منتقل نہیں ہوتے۔ یہ بھی مناسب ہے کہ خریدار خریداری سے پہلے جائے وقوعہ پر حقوق کی حقیقت دیکھ لے اور شرعی نقطۂ نظر سے کوئی اشکال ہو تو اہلِ علم سے مشورہ کرے۔ غرض عبارتِ ہدایہ کا یہ مختصر سا ضابطہ آج کے پیچیدہ جائیدادی معاملات میں بھی رہنمائی دیتا ہے کہ متصل توابع خود آتے ہیں، غیر متصل حقوق مانگ کر اور لکھ کر لیے جاتے ہیں۔

خلاصہ و نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ مبیع سے اصلاح کے لیے متصل چیزیں، جیسے مکان کے تالوں کی چابیاں، بیع میں ضمناً داخل ہو جاتی ہیں، کیونکہ ان کا درجہ عمارت کے اجزا جیسا ہے۔ اس کے برعکس پانی کا حق اور راستے کا حق مستقل و غیر متصل حقوق ہیں، اس لیے وہ ضمناً داخل نہیں ہوتے، البتہ شرط لگانے سے یا بکل حق ھوہ اور بکل مرافقہ جیسے جامع الفاظ کہنے سے وہ بھی داخل ہو جاتے ہیں۔ طالب علم کو یہ اصول دلیل کے ساتھ اور مزاج کی عملی اہمیت سے جوڑ کر یاد رکھنا چاہیے۔

سوال نمبر 4 (20 نمبر)

سوال: صاحبِ ہدایہ کی درج ذیل عبارت کا ترجمہ اور تشریح کریں۔ نیز گوشت کی بیع سلم کے جائز ہونے یا نہ ہونے پر ائمہ کا اختلاف مع دلائل تحریر کریں۔ (20)

عبارت: قَالَ: (وَلَا خَيْرَ فِي السَّلَمِ فِي اللَّحْمِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ. وَقَالَا: إِذَا وَصَفَ مَوْضِعًا مَعْلُومًا بِصِفَةٍ مَعْلُومَةٍ جَازَ.)

تعارف

بیعِ سلم، جسے بیعِ سلف بھی کہا جاتا ہے، اسلام کے تجارتی نظام کی ایک مفید صورت ہے جس میں قیمت پیشگی ادا کر کے کوئی موصوف چیز مقررہ مدت پر وصول کی جاتی ہے۔ یہ صورت کسانوں اور دستکاروں کی مالی ضرورت پوری کرنے کے لیے شرعاً جائز رکھی گئی ہے، بشرطیکہ چیز اس طرح متعین ہو کہ بعد میں کوئی نزاع نہ ہو۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا گوشت میں بھی سلم ہو سکتا ہے، یعنی کوئی شخص پیشگی قیمت دے کر مقررہ دن اتنے وزن کا گوشت وصول کرنے کا معاہدہ کرے؟ گوشت ایک ایسی چیز ہے جس کے حصوں، ہڈی، چربی اور کیفیت میں نمایاں فرق ہوتا ہے، اسی لیے اس میں جہالت و نزاع کا پہلو قوی ہے۔ صاحبِ ہدایہ کی اس عبارت میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا عدمِ جواز کا قول اور صاحبین کا مشروط جواز کا قول بیان ہوا ہے۔ اس جواب میں پہلے بیعِ سلم کی شرائط کا خلاصہ، پھر عبارت کا ترجمہ و تشریح اور ائمہ کے دلائل پیش کیے جائیں گے۔

بیع سلم کا مختصر تعارف اور اس کی شرائط

بیعِ سلم میں خریدار کو رب السلم یا مسلم، بیچنے والے کو مسلم الیہ، پیشگی قیمت کو رأس المال اور آئندہ دی جانے والی موصوف چیز کو مسلم فیہ کہا جاتا ہے۔ اس کی مشہور شرائط یہ ہیں: ثمن مجلسِ عقد ہی میں ادا کر دیا جائے؛ مسلم فیہ ایسی چیز ہو جو وصف، مقدار اور مدت کے ساتھ پوری طرح متعین ہو جائے؛ اس کی جنس، نوع، صفت اور ناپ یا تول یا گنتی واضح ہو؛ ادائیگی کی مدت اور جگہ معلوم ہو؛ اور چیز عام طور پر مدت پر دستیاب ہو سکتی ہو۔ ان شرائط کا مقصد یہ ہے کہ یہ سودا، جو بظاہر غیر موجود چیز کا سودا لگتا ہے، جہالت اور غرر سے پاک ہو کر ایک محفوظ و متعین معاہدہ بن جائے۔ مشہور روایت کا مفہوم یہی ہے کہ جو شخص پیشگی سودا کرے تو مقررہ ناپ، مقررہ تول اور مقررہ مدت کے ساتھ کرے (اس مفہوم کی روایت صحیح بخاری و صحیح مسلم میں منقول ہے)۔ انہی شرائط کی روشنی میں گوشت کا مسئلہ سمجھنا آسان ہو جائے گا، کیونکہ نزاع اصل میں اسی بات پر ہے کہ آیا گوشت کو وصف سے اس حد تک متعین کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔

عبارت کا ترجمہ

صاحبِ ہدایہ فرماتے ہیں: اور گوشت میں سلم کرنا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک درست نہیں۔ اور ان دونوں (امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ) نے فرمایا: جب (خریدار) کسی معلوم حصے کو معلوم صفت کے ساتھ بیان کر دے تو (گوشت میں سلم) جائز ہے۔ عبارت میں لا خیر کا مطلب فقہی اصطلاح میں یہی ہے کہ یہ معاملہ شرعاً پسندیدہ و جائز نہیں۔ موضعاً معلوماً سے مراد جانور کے جسم کا وہ متعین حصہ ہے جس کا گوشت لیا جائے گا، جیسے ران، دستی یا پہلو؛ اور صفۃ معلومۃ سے مراد وہ اوصاف ہیں جن سے گوشت کی کیفیت واضح ہو جائے، جیسے موٹا یا دبلا، ہڈی کے ساتھ یا ہڈی کے بغیر، اور جانور کی نوع، جیسے بکرے کا یا گائے کا۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف اور دلائل

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک گوشت میں سلم درست نہیں، خواہ اوصاف بیان بھی کر دیے جائیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ گوشت کے اجزا میں ایسا فاحش تفاوت پایا جاتا ہے جو محض وصف سے دور نہیں ہوتا۔ ایک ہی جانور کے مختلف حصوں کے گوشت کی قیمت اور کیفیت میں بڑا فرق ہوتا ہے؛ پھر اس میں ہڈی کی مقدار، چربی کی مقدار اور نرمی

وسختی بھی ہر دفعہ مختلف ہوتی ہے۔ جب معاہدے کے وقت یہ طے ہی نہ ہو سکے کہ دیے جانے والے گوشت میں ہڈی اور چربی کا تناسب کیا ہو گا تو مسلم فیہ عملاً مجہول رہ جاتا ہے، اور سلم میں جہالت نزاع کا ذریعہ بن کر اس کی مشروعیت کی روح کے خلاف جاتی ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ سلم کی اجازت خود قیاس کے خلاف ضرورت کی بنا پر دی گئی ہے؛ قیاس کا تقاضا تھا کہ غیر موجود و غیر متعین چیز کا سودا نہ ہو، مگر ضرورت نے ایسی چیزوں میں اسے جائز کیا جہاں وصف سے مکمل تعیین ممکن ہو۔ جہاں تعیین ممکن ہی نہ ہو وہاں اجازت کا دائرہ پھیلانا مناسب نہیں۔ اس لیے امام صاحب نے سدِ نزاع کو ترجیح دیتے ہوئے گوشت کو اس دائرے سے باہر رکھا۔

صاحبین کا موقف اور دلائل

امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اگر حصہ اور صفت دونوں معلوم کر دیے جائیں تو گوشت میں سلم جائز ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ جدید اور قدیم دونوں زمانوں کے عرف میں گوشت کی یہ تفصیلات بیان کرنا ممکن ہے اور قصابوں کے معاملات میں یہ اوصاف عام طور پر سمجھے بھی جاتے ہیں؛ مثلاً یہ کہہ دینا کہ فلاں جانور کی ران کا، ہڈی کے بغیر، چربی ہٹایا ہوا اتنے وزن کا گوشت مقررہ دن دیا جائے گا۔ جب اتنی تعیین ہو جائے تو باقی معمولی تفاوت شریعت میں معاف اور عرفاً برداشت کیا جاتا ہے، جیسا کہ دوسری موصوف اشیاء میں بھی ذرا ذرا فرق نظر انداز کیا جاتا ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ سلم کا مقصد لوگوں کی ضرورت پوری کرنا ہے اور بہت سے لوگوں کو مقررہ مقدار کے گوشت کی پیشگی بندوبست کی ضرورت پیش آتی ہے؛ جب جہالت اوصاف سے دور ہو جائے تو اس ضرورت کو پورا کرنے سے کوئی شرعی مانع باقی نہیں رہتا۔ اسی قول کی تقویت اس سے بھی ہوتی ہے کہ دوسرے ائمہ میں سے بھی متعدد فقہاء نے گوشت میں سلم کو تعیینِ اوصاف کے ساتھ جائز قرار دیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعطیل کے بجائے ضبط کا راستہ ہی اکثریت کے نزدیک قابلِ عمل ہے۔

جدول 1: گوشت میں سلم پر ائمہ کے اقوال

پہلو	امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ	صاحبین رحمہما اللہ
حکم	گوشت میں سلم درست نہیں	حصہ و صفت معلوم ہو تو جائز

اوصاف سے عرفی تعیین ممکن ہے	ہڈی، چربی اور حصوں کا تفاوت وصف سے دور نہیں ہوتا	بنیادی وجہ
معمولی تفاوت معاف و عرفی ہے	جہالتِ مؤدی الی النزاع باقی رہتی ہے	جہالت کا اندازہ
ضرورت کی رعایت اور ضبطِ اوصاف	سدِ نزاع و احتیاط	اصولی رجحان

خلاصہ و نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ اختلاف کی جڑ جہالت کے درجے پر ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ گوشت کے تفاوت کو ایسا سمجھتے ہیں جو وصف سے دور نہیں ہوتا، اس لیے سلم کو ناجائز کہتے ہیں؛ صاحبین اوصاف کی تعیین سے جہالت کو زائل سمجھ کر اسے جائز قرار دیتے ہیں۔ آج کے زمانے میں جہاں گوشت معیاری درجہ بندی، متعین قطع اور مقررہ وزن کے ساتھ پیک کر کے فروخت ہوتا ہے، تعیین کا پہلو پہلے سے زیادہ واضح ہو گیا ہے، مگر طلبہ کے لیے اصل اہمیت اسی اصولی بحث کی ہے، اور عملی معاملہ ہمیشہ اہلِ علم کی رہنمائی سے طے کرنا چاہیے۔

سوال نمبر 5 (20 نمبر)

سوال: صاحبِ ہدایہ کی درج ذیل عبارت کا ترجمہ اور تشریح کریں۔ نیز بیعِ صرف میں مجلسِ عقد کے اندر تقابض کی اہمیت اور احکام مع دلائل بیان کریں۔ (20) —عبارت:

قَالَ: (وَإِذَا بَاعَ الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ جَازَ التَّفَاضُلُ وَوَجَبَ الْقَبْضُ)؛ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: «إِذَا اخْتَلَفَ هَذَانِ الْجِنْسَانِ فَبِيعُوا كَيْفَ شِئْتُمْ بَعْدَ أَنْ يَكُونَ يَدًا بِيَدٍ»، فَإِنْ تَفَرَّقَا قَبْلَ قَبْضِ الْعِوَضَيْنِ أَوْ أَحَدِهِمَا بَطَلَ الْعَقْدُ.

تعارف

بیعِ صرف نقدی وزر کے باہمی تبادلے کا نام ہے، جیسے سونے کا چاندی سے، یا ایک کرنسی کا دوسری کرنسی سے تبادلہ۔ اس باب کی حساسیت یہ ہے کہ دونوں طرف ثمن ہی ثمن سے بدل رہا ہوتا ہے، اس لیے یہاں ذرا سی تاخیر یا کمی بیشی کا غلط انداز سود کی صورت اختیار کر سکتا ہے۔ شریعت نے اس باب میں ایک سنہری قاعدہ مقرر کیا ہے کہ مجلسِ عقد کے اندر ہی دونوں عوضوں پر قبضہ ہو جائے، یعنی تبادلہ دست بدست مکمل ہو۔ صاحبِ ہدایہ کی اس عبارت میں سونے اور چاندی کے تبادلے میں کمی بیشی کے جواز اور قبضے کے وجوب کو اسی دلیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جو خود عبارت میں منقول ارشادِ نبوی ﷺ کے مفہوم پر مبنی ہے، اور آخر میں یہ نتیجہ دیا گیا ہے کہ قبضے سے پہلے فریقین کے جدا ہو جانے سے عقد باطل ہو جاتا ہے۔ اس جواب میں ترجمہ و تشریح کے بعد تقابض کی حقیقت، اس کی صورتیں اور فقہی احکام تفصیل سے بیان کیے جائیں گے۔

عبارت کا ترجمہ

صاحبِ ہدایہ فرماتے ہیں: اور جب کوئی سونے کو چاندی کے بدلے میں بیچے تو (دونوں میں) کمی بیشی جائز ہے اور (دونوں عوضوں پر) قبضہ کرنا واجب ہے؛ اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب یہ دو جنسیں مختلف ہو جائیں تو تم جس طرح چاہو بیچو، بشرطیکہ تبادلہ دست بدست ہو۔ پس اگر دونوں فریق دونوں عوضوں یا ان میں سے کسی ایک پر قبضہ کرنے سے پہلے ہی (مجلس سے) جدا ہو گئے تو عقد باطل ہو جائے گا۔ ترجمے کی وضاحت یہ ہے کہ جنس کے مختلف ہونے کی وجہ سے وزن میں برابری کی شرط ختم ہو جاتی ہے؛ سونا کم وزن کا ہو اور چاندی زیادہ وزن کی ملے تو یہ زیادتی سود نہیں، کیونکہ دونوں کا بازار الگ الگ نرخ رکھتا ہے۔ البتہ دست بدست ہونے کی شرط جنس کے اختلاف کے باوجود باقی رہتی ہے، یہی اس عبارت کا مرکزی نکتہ ہے۔

تشریح: بیعِ صرف کے بنیادی قواعد

بیعِ صرف کے قواعد کو تین صورتوں میں سمجھنا چاہیے۔ پہلی صورت یہ ہے کہ دونوں عوض ایک ہی جنس کے ہوں، جیسے سونا سونے سے یا چاندی چاندی سے بدلا جائے؛ اس میں برابری بھی شرط ہے اور مجلس میں قبضہ بھی، کوئی ایک شرط بھی چھوٹ جائے تو سود کی صورت بن جاتی ہے، یعنی کمی بیشی ہو تو ربا الفضل اور تاخیر ہو تو ربا النسیئہ۔ دوسری

صورت یہ ہے کہ جنسیں مختلف ہوں مگر علت یعنی ثمنیت یا وزن دونوں میں مشترک ہو، جیسے سونا چاندی سے یا ایک ملک کی کرنسی دوسرے ملک کی کرنسی سے بدلی جائے؛ اس میں کمی بیشی جائز ہے کیونکہ ہر زر کا الگ نرخ ہوتا ہے، مگر قبضہ مجلس میں پھر بھی واجب ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ عوضین میں علت ہی مشترک نہ ہو، جیسے نقدی کے بدلے کوئی عام چیز خریدی جائے؛ یہ عام بیع ہے اور اس میں عام شرائط چلتی ہیں۔ عبارتِ ہدایہ کی زیرِ بحث صورت دوسری قسم سے متعلق ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ اس عبارت میں مذکور ارشاد کا مفہوم ان مشہور روایات سے ملتا ہے جن میں چھ ربوی اشیاء کے تبادلے کی شرائط بیان ہوئی ہیں اور جنہیں صحیح مسلم وغیرہ میں روایت کیا گیا ہے؛ طالب علم کو مضمون اسی مفہوم کی صورت میں پیش کرنا چاہیے۔

تقابض کی اہمیت اور اس کی حقیقت

تقابض سے مراد یہ ہے کہ دونوں فریق مجلسِ عقد ختم ہونے سے پہلے اپنے اپنے عوض پر قبضہ کر لیں۔ اس کی اہمیت یہ ہے کہ نقد کے بدلے نقد کے سودے میں اگر ایک طرف ادائیگی ہو جائے اور دوسری طرف مؤخر رہے تو مؤخر حصہ درحقیقت ایک قرض بن جاتا ہے جس پر نرخ کے فرق کی صورت میں سود کا گمان پیدا ہوتا ہے؛ اسی دروازے کو بند کرنے کے لیے شریعت نے مجلس میں قبضہ واجب قرار دیا ہے۔ قبضہ حقیقی بھی ہو سکتا ہے، یعنی رقم یا زیور ہاتھ میں دے دیا جائے، اور حکمی بھی، یعنی مال اس طرح حوالے کر دیا جائے کہ لینے والا اس میں تصرف پر قدرت پائے، جیسے رقم اس کے کھاتے میں اس طرح منتقل ہو جائے کہ وہ اسی وقت اسے استعمال کرنے پر قادر ہو۔ قبضے کرنے والا خود فریق بھی ہو سکتا ہے اور اس کا وکیل یا مقررکردہ نمائندہ بھی؛ البتہ شرط یہ ہے کہ قبضہ مجلس برقرار رہتے ہوئے عمل میں آئے۔ اگر فریقین مجلس سے اٹھ کر جدا ہو گئے اور ابھی کسی ایک عوض کا بھی قبضہ باقی تھا تو، عبارت کے مطابق، عقد باطل ہو جائے گا اور اگر سودا کرنا ہو تو نیا عقد نئے سرے سے اسی مجلس میں قبضے کے ساتھ کرنا ہو گا۔

تقابض سے متعلق مزید احکام

چند مزید احکام بھی اسی باب سے جڑے ہیں۔ ایک یہ کہ اگر ایک عوض کے کسی حصے پر قبضہ ہو گیا اور باقی رہ گیا تو فقہاء نے اس جزو کے بقدر عقد کے باقی رہنے کی تفصیل بیان کی ہے، کیونکہ صرف ہر جزو کو الگ الگ بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ دوسرا یہ کہ مجلس کے برقرار رہنے کا معیار عرف ہے؛ فریقین جب تک سودے کی نشست میں موجود ہوں اور اس

سے اعراض نہ کریں، مجلس قائم سمجھی جاتی ہے۔ تیسرا یہ کہ بیعِ صرف میں خیارِ شرط نہیں لگایا جاسکتا، کیونکہ اس کا مطلب بھی قبضے میں تاخیر اور عقد کا معلق رہنا ہے، جو اس باب کے اصول کے خلاف ہے۔ چوتھا یہ کہ آج کے دور میں کرنسیوں کے تبادلے، یعنی ایک ملک کے نوٹوں کا دوسرے ملک کے نوٹوں سے تبادلہ، اسی باب کے تحت آتا ہے؛ اس لیے صراف کے ہاں تبادلہ کرتے وقت نرخ کا تعین اور دونوں رقوم کی اسی نشست میں حوالگی ضروری ہے، اور وہ صورتیں جن میں ایک کرنسی فوراً ملتی ہے اور دوسری دنوں بعد ملتی ہے، اہلِ علم کے ہاں زیرِ بحث و اشکال رہی ہیں۔ بینک منتقلی کی موجودہ صورتیں حکمی قبضے کے دائرے میں کس حد تک آتی ہیں، یہ ایک عصری فقہی بحث ہے جس میں مجالسِ افتاء نے مختلف صورتوں کی الگ الگ تفصیل بیان کی ہے؛ عام طالب علم اور صرف کرنے والے کے لیے محفوظ راستہ یہی ہے کہ ایسا تبادلہ ایسی صورت میں کرے جس میں اسی وقت تصرف کی قدرت حاصل ہو جائے، اور اشکال کی صورت میں مستند دارالافتاء سے رہنمائی لے۔

جدول 1: بیعِ صرف کی صورتیں اور ان کے احکام

صورت	کمی بیشی	مجلس میں تقابض
سونا سونے سے / چاندی چاندی سے (ایک جنس)	حرام؛ برابری شرط ہے	واجب
سونا چاندی سے (مختلف جنس، علت مشترک)	جائز	واجب
ایک کرنسی دوسری کرنسی سے	جائز (شرحِ تبادلہ کے مطابق)	واجب
نقد کے بدلے عام شے (عام بیع)	عام بیع کے قواعد	عام بیع کے قواعد

خلاصہ و نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ بیعِ صرف میں جنس مختلف ہو تو کمی بیشی جائز ہے مگر تقابض یعنی مجلسِ عقد میں دونوں عوضوں کا دست بدست قبضہ بہر حال واجب ہے؛ اس کے بغیر فریقین کے جدا ہوتے ہی عقد باطل ہو جاتا ہے۔ یہ شرط سود کے دروازے کو بند کرنے کے لیے رکھی گئی ہے۔ طالب علم کو چاہیے کہ وہ صرف کی تینوں صورتیں، تقابض کی حقیقی و حکمی قسمیں اور جدید کرنسی تبادلے پر اس اصول کا اطلاق اچھی طرح سمجھ کر لکھے، کیونکہ عملی معاملات میں اہلِ علم کی رہنمائی کو لازم پکڑے۔

AIOU LIBRARY aioulibrary.com